TQ Lesson 233 Surah Fatir 39-45 tafseer

آیت نمبر 39۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا

ترجمہ۔ وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے اب جو کوئی کفر کرتا ہے اس کے کفر کا وبال اُسی پر ہے، اور کافروں کو اُن کا کفر اِس کے سوا کوئی ترقی نہیں دیتا کہ ان کے رب کا غضب اُن پر زیادہ سے زیادہ بھڑکتا چلا جاتا ہے کافروں کے لیے خسارے میں اضافے کے سوا کوئی ترقی نہیں۔

هُوَ الَّذِي وہ جس نے، وہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ وہ جس نے **جَعَلَكُمْ** بنایا تم کو اور **كُمْ** کی ضمیر کس لئے ہے؟ یہ تمام انسانوں کے لئے ہے اور اس کے بعد خاص طور پر قریش والوں کے لئے ہے اور **كُمْ** کی ضمیر کیا ہے؟ یہ جمع ہے تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رہتی دنیا تک جو انسان ہیں ان کی حیثیت خلیفہ کی ہے لیکن آیات کے پس منظر میں دیکھیں تو پھر اہلِ قریش کو مخاطب کیا گیا ہے کہ بنایا تم کو کیا بنایا؟ **خَلَائِفَ** خلیفہ اس کا واحد ہے **خَلَائِفَ** اس کی جمع ہے اور اس کے معنی ہوتے ہیں نائب اور قائم مقام اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ کہ کوئی اپنی ذمہ داری کو کسی دوسرے کو دے مثلاً انسانوں کو یکے بعد دیگرے زمین ،مکان کا اللہ تعالیٰ نے مالک بنایا تو اصل مالک اس دنیا کا اور دنیا کی ہر چیز کا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ، تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان چیزوں کا مالک بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین میں خلیفہ مقرر کیا تو اس جملے کے تین مطلب ہو سکتے ہیں ایک مطلب کیا ہے کہ تم سے پہلی قوم کو ان کے جرم کی پاداش میں مار دیا گیا اور اس کے بعد تمہیں ان کا جانشین بنایا گیا تو پہلے کون سی قوم تھی جسے ہٹایا گیا اور پھر اہلِ قریش کو یا بنی اسماعیل کو خلیفہ مقرر کیا گیا پہلے کون سی قوم تھی؟ بنی اسرائیل اور بنی اسرائیل سے پہلے کوئی اور قوم تھی تو ایک قوم کو ہٹا کر جو بھی انہوں نے جرم کیا اس کی پاداش میں ان کو ہلاک کیا اور تمہیں ان کا جانشین بنایا دوسرے اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ تم سے پہلی نسل مر گئی تم ان کی جگہ ان کے جانشین بنے اس سے مطلب کیا ہے کہ بنی اسماعیل سے پہلے جو عرب کے لوگ تھے وہ تھے خلیفہ وہ فوت ہو گئے تو یہ جو نسل چل رہی ہے وہ ان کی جانشین بن گئی۔ آپ ایسے ہی سمجھیں کہ ہمارے جو آباؤاجداد ہیں وہ فوت ہو گئے اس کے بعد ان کے گھر مکان ان کی کھیتیاں ان کی تجارت ان کا کاروبار کس کو ملا جو نسل بعد میں آئی (ہم لوگ)ان کو ملا ہمارے بعد ہماری اولاد کو ملے گا تو یہ اس کے معنی ہیں تیسرا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات کا اور اس زمین کا اصل مالک اور حاکم تو اللہ ہے اور انسان کو دنیا میں اس کائنات میں نائب کے حیثیت سے بھیجا گیا ہے اور نائب کا پھر کام کیا ہوتا ہے کہ چیزیں تو ہیں مالک کی تو نائب یہ کرتا ہے کہ مالک کی عطا کردہ چیزوں کو مالک کے حکم اور اس کی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے باغی بن کر اپنی خواہشات کی پیروی نہیں کرنے لگتا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں نائب بنایا ہے اور ہمارا کام پھر کیا ہے کہ جس طرح سے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ہم اس کائنات میں اس طرح سے جیئں جیسے سورج چاند اور کائنات کا ذرہ ذرہ رات دن پیچھے کی آیات میں پڑھ چکے ہیں کہ پانی ہے مٹی ہے پودے ہیں جو کچھ بھی ہے سب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتی ہیں سب مسخر ہیں اور اللہ کے حکم کے پابند ہیں تو انسان کو بھی کیا کرنا چاہئے کہ اختیارات کا وہ غلط استعمال نہ کرے امانت میں خیانت نہ کرے بددیانتی نہ کرے اور اللہ کو ناراض نہ کرے اگر اس نے اللہ کو ناراض کیا تو اس کا بہت بڑا نقصان ہو جائے گا تو ان تین معنوں کی روشنی میں ہم آگے چلتے ہیں کہ وہی تو ہے جس نے بنایا تم کو زمین میں خلیفہ جانشین **فَمَنْ كَفَرَ** ۖ جس کسی نے کفر کیا، بغاوت کی، بددیانتی کی، سرکشی کی، اللہ کے اختیارات کا غلط استعمال کیا،

اللہ کے پیغمبر کی بات نہ مانی، اللہ کی کتاب پر ایمان نہ لائے **فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ** تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے اس کا کیا مطلب ہے کہ اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی زیادتی کرے گا تو پھر نتیجہ کیا نکلے گا کہ اس کو باغیانہ روش کا برا انجام دیکھنا پڑے گا کیوں وہ برا انجام دیکھے گا؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اختیارات دے کر کہیں بھول نہیں گیا کہیں جا کر بیٹھ نہیں گیا بلکہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کی بھاگ دوڑ سنبھالے ہوئے ہیں تو جب کوئی زیادتی کرے گا جب کوئی کفر کرے گا جب کوئی انکار کرے گا تو اللہ اس قوم کو ہٹا کر ایک دوسری قوم لے آئے گا جیسے پچھلی قوموں کو تباہ و برباد کیا تو یہ ہے **فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ** تو جو کوئی انکار کرے گا تو اس کے کفر کا جو وبال ہے اسی کے اوپر ہے اب یہ بات یاد رکھیے گا یہ سورۃفاطر کی آخری آیات ہیں خاتمہ سورۃ کی آیات میں ہوتا کیا ہے بالعموم اس کا نچوڑ ہوتا ہے اور اگر آپ غور کریں تو یہاں سے آیت نمبر 38 سے جو **قوافی**(قافیہ) ہے وہ بھی بدل گیا ہے انداز بدل گیا ہے تنبیہ تاکید پیچھے اگر آپ دیکھیں تو آپ کو آخر میں **حَرِيرٌ** ، **شَكُورٌ لُغُوبٌ** ،**كَفُورٍ** ،**نَصِيرٍ** مل رہا ہے **الصُّدُورِ** تک اب اس کے بعد آپ دیکھئے گا کہ اب انداز کیا ہوگا آگے کہا **وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ** اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کو **كُفْرُهُمْ** انکا کفر، کافروں کو انکا کفر کوئی ترقی نہیں دیتا ،بڑھاتا نہیں ہے، زیادہ نہیں کرتا انکے رب کے پاس **إِلَّا مَقْتًا** مگر **مَقْتًا** کے سوا کسی چیز میں کافروں کو انکا کفر ترقی نہیں دیتا ،فائدہ نہیں دیتا **مَقْتًا** کسے کہتے ہیں؟ ناراضگی کو کہتے ہیں ناراضگی کے لئے قرآن میں تین لفظ استعمال ہوئے ہیں ان میں سے ایک ہے **تَبَرَّاَ** جیسے **وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي ۚ (53- يوسف)** بیزاری کا اظہار کرنا سورۃ التوبہ کا دوسرا نام کیا ہے؟ **بَرَات۔** بیزاری نفرت کا اظہار دوسرا ہے **قَلَىٰ۔** **مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ (3- الضحیٰ)** تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا **وَدَّعَ** بھی نہیں کیا نہ ہی تم سے ناراض ہوا۔ تیسرا لفظ ہے **مَقْتًا** سخت ناراضگی کا اظہار ہے یہ ناراضگی کا تیسرا درجہ ہے اور سخت ناراضگی کو کہتے ہیں کسی کو کوئی چیز پسند نہ ہو تو اس کے لئے استعمال کر جاتا ہے اور باپ کی بیوہ سے شادی کرنے کو بھی **مَقْتًا** کہتے ہیں اسے آپ یاد رکھئے گا **كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (3- الصف)** کہ اللہ کو یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم کہو وہ بات جو کہ خود نہیں کرتے ہو، یہ بھی **مَقْتًا** ہے کہ انسان وہ کہے جو خود نہیں کر رہا اور باپ کی بیوہ سے شادی کرنا بھی **مَقْتًا** ہے یعنی سخت ناپسندیدگی کی بات ہے یہ جو محرم تھے یعنی باپ کی بیوہ سے شادی نہیں ہو سکتی تو نہیں کرنی چاہئے۔ تو یہاں بھی کیا ہے کہ کافروں کا کفر اتنا اللہ کے غضب کو آواز دیتا ہے کہ ان کے کفر کرنے کی وجہ سے ان کی بددیانتی کرنے کی وجہ سے، ان کی باتوں کی وجہ سے، ان کی چالوں کی وجہ سے (پیچھے جو چالیں ہیں آپ بہت سی پڑھ بھی چکی ہیں اور مزید آپ آگے پڑھیں گی) کہ وہ خود ہی کہتے تھے کہ ایمان لائیں گے اور جب وقت آیا تو پیارے رسول اللہ ﷺ کا انکار کیا، قرآن کا انکار کیا، کیسے کیسے ان کے حیلے اور بہانے تھے دارالندوہ میں بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے نعوذ باللہ قتل کی سازش کی (جو ان کا پارلیمنٹ ہاؤس تھا) تو کافروں کا کفر کیا کرتا ہے کہ ان کو **إِلَّا مَقْتًا** اس کے سوا کوئی ترقی نہیں دیتا کہ اللہ کی ناراضگی ،اللہ کا غضب بڑھتا چلا جاتا ہے غضب میں ترقی ہوتی ہے تو یہاں پہ پھر آپ کہہ سکتے ہیں **يَزِيدُ مَقْتًا** مقتا بڑھتا چلا جاتا ہے ناراضگی، غضب ان پر زیادہ سے زیادہ بڑھتا چلا جاتا ہے جوں جوں نافرمانی بڑھتی ہے **وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا** اور نہیں اضافہ ہوتا کافروں کے لئے **كُفْرُهُمْ** ان کے کفر میں، یعنی کافروں کا کفر جتنا بڑھتا چلا جاتا ہے اتنا ہی ان کا نقصان بڑھتا چلا جاتا ہے اب یہاں سے قافیے بدل رہے ہیں **خَسَارًا** تو گویا کہ پھر یہ چیز ان کے لئے نقصان کا باعث ہے

آیت نمبر 40۔ قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِنْهُ ۚ بَلْ إِنْ يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا

ترجمہ۔ (اے نبی ﷺ) ان سے کہو، "کبھی تم نے دیکھا بھی ہے اپنے اُن شریکوں کو جنہیں تم خدا کو چھوڑ کر پکارا کرتے ہو؟ مجھے بتاؤ، انہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے؟ یا آسمانوں میں ان کی کیا شرکت ہے "؟ (اگر یہ نہیں بتا سکتے تو ان سے پوچھو) کیا ہم نے انہیں کوئی تحریر لکھ کر دی ہے جس کی بنا پر یہ (اپنے اس شرک کے لیے) کوئی صاف سند رکھتے ہوں؟ نہیں، بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے کو محض فریب کے جھانسے دیے جا رہے ہیں۔

قُلْ کہہ دیجئے اے محمد ﷺ **أَرَأَيْتُمْ** کیا دیکھا تم نے، یاد رکھیے گا سوالیہ انداز ہمیشہ غوروفکر کی دعوت دیتا ہے سوالیہ انداز ہمیشہ سوچنے سمجھنے پر آمادہ کرتا ہے اور جب انسان کسی چیز پر سوچتا ہے سمجھتا ہے تو پھر عمل کی راہیں کھلتی ہیں وہ آنکھیں کھولتا ہے اس کے دل کی گرہیں کھلتی ہیں اس کے اوپر غفلت کے پردے جو پڑے ہیں وہ چاک ہوتے ہیں اے محمد ﷺ ان سے کہہ دیجئے **أَرَأَيْتُمْ** کیا دیکھا تم نے **شُرَكَاءَكُمُ** اپنے شریکوں کو۔ اپنے شریکوں کو کیا کبھی تم نے دیکھا اب یہ کون سے شریک ہیں اب آپ دیکھ لیجئے کہ وہ اللہ کے شریک تو نہیں تھے لیکن مشرکین نے اپنے طور پر ان کو شریک کیا ہواتھا اس لئے کہا گیا **شُرَكَاءَكُمُ** اپنے شریکوں کو ،یہ نہیں کہا کہ میرے شریک بلکہ اپنے شریکوں کو کیا تم نے دیکھا **الَّذِينَ** وہ لوگ جنہیں **تَدْعُونَ** تم پکارتے ہو **مِنْ دُونِ اللَّهِ** جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اللہ کی خدائی اور اختیارات میں شامل کرتے ہو اب یہاں پر اللہ رب العزت **شرکاء** کی بے حقیقتی کو واضح کر رہے ہیں اور اہل مکہ کے **شُرَكَاءَ** جن کو وہ خدائی میں اللہ کے اختیارات میں شریک کرتے تھے بڑے بے حقیقت تھے ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی کوئی اقتدار نہیں تھا کوئی ان کے پاس جاہ و منصب نہیں تھا تو اب ان کے سامنے سوالات رکھے جا رہے ہیں پہلا کیا ہے **أَرُونِي** دکھاؤ مجھ کو اے محمد ﷺ ان سے کہیے کہ اللہ کو چھوڑ کر جن شریکوں کو تم پکارتے ہو **أَرُونِي** دکھاؤ مجھ کو **مَاذَا خَلَقُوا** کیا پیدا کیا انہوں نے **مِنَ الْأَرْضِ** میں زمین، کہ کیا انہوں نے زمین میں سے کچھ پیدا کیا ہے زمین کی کوئی ایک چیز پکڑو اور اے مکہ کے مشرکوں بتاؤ اے دنیا کے مشرکوں بتاؤ کہ زمین کی کوئی چیز انہوں نے پیدا کی ہے **أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ** یا ہے ان کے لئے شراکت داری **فِي السَّمَاوَاتِ** آسمانوں میں، کیا آسمانوں میں ان کے لئے کوئی شراکت داری ہے کوئی ان کا حصہ ہے تو آپ دیکھ لیجئے زمین اور آسمان کا خاص طور پر ذکر کیا گیا دراصل نظامِ کائنات کی طرف اشارہ ہے کہ اس نظامِ کائنات میں تمہارے جو بت ہیں ان کا بھی کوئی حصہ ہے ان کی بھی کوئی ملکیت ہے یا ان کا کوئی کام ہے جو نظر آتا ہے ہمیں دکھاؤ پھر اس کے بعد دوسری دلیل ہے اور وہ کیا ہے؟ **أَمْ آتَيْنَاهُمْ** یا دی ہم نے ان کو **كِتَابًا** تحریر ،کتاب یا ہم نے ان کو دی ہے کتاب **فَهُمْ** پس وہ **عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِنْهُ** پس وہ ہیں **بَيِّنَتٍ** یہاں **بَيِّنَتٍ** لفظ سند کے لئے آیا ہے کہ ان کے پاس اپنے اس شرک کے لئے کوئی سند ہو **فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِنْهُ** جس کی بنا پر اپنے اس شرک کے لئے یہ کوئی صاف سند رکھتے ہیں دوسری یہ بات ہے اور اس کا مطلب کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی تحریر لکھ کر دی ان کے معبودوں کو اور اس تحریر میں یہ لکھا ہوا ہو کہ فلاں فلاں اشخاص کو ہم نے بیماروں کو تندرست کرنے کے لئے یا بیروزگاروں کو روزگار دلوانے کے لئے یا حاجتمندوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لئے ہم نے اختیارات دے دیئے ہیں یا فلاں فلاں جو ہستی ہے ان کو ہم نے اپنی زمین میں اختیار دیا ہے مختار بنا دیا ہے یا فلاں علاقے کے جو لوگ ہیں ان کے پاس یہ اختیار ہے کہ لوگوں کی قسمتیں بنائیں اور ان کی قسمتیں بگاڑیں تو لہٰذا اب عوام کو کیا کرنا چاہئے ان کے پاس جا کر دعائیں مانگنی چاہئیں نذر و نیاز کرنا چاہئیں دیگیں چڑھانی چاہئیں

اور نیازیں دینی چاہئیں کیونکہ اگر ایسا نہ کیا تو وہ ناراض ہو جائیں گے اور پھر یہ جو اختیارات میں ہم نے ان کو اپنے ساتھ شامل کیا ہوا ہے اس سے یہ لوگ محروم ہو جائیں گے تو اب اللہ تعالیٰ کہتے ہیں محمد ﷺ ان سے پوچھو **أَمْ آتَيْنَاهُمْ** کیا ہماری طرف سے ان کے پاس کوئی ایسی تحریر ہے **فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِنْهُ ۚ** کہ جس کی وجہ سے ان کے پاس اس کی سند ہو، کوئی دلیل ہو کہ اللہ کی طرف سے ان کے پاس ایک پروانہ ہے کہ یہ اختیارات ہیں۔ یہ ہے دوسری بات اور پھر اللہ تعالیٰ خود ہی اس کو رد کرتے ہیں کیا کہتے ہیں **بَلْ إِنْ يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا** بلکہ کیا ہے کہ **إِنْ** نہیں **يَعِدُ** وعدہ کرتے، نہیں جھانسے دیتے **الظَّالِمُونَ** ظالم **بَعْضُهُمْ بَعْضًا** ایک دوسرے کو یعنی لیڈروں کا عوام کے ساتھ یہ جو وعدے دلانا ہے یا ان کو ڈرانا ہے یا ان کو جھانسے دینا ہے یہ کیا ہے **إِلَّا غُرُورًا** یہ تو صرف دھوکے دینا ہے، یہ صرف فریب دینا ہے اور آپ کو پتہ ہے اگر ہوتا **غَرُورًا** (غ پر زبر ہوتی، فتحہ ہوتی تو معنی کیا ہوتے تھے دھوکا دینے والا) اگر **غُرُورًا** ہے تو دھوکا دینا تو یہ کیا ہے کہ سوائے اس کے کہ دھوکا دینا

آیت نمبر 41۔ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا

ترجمہ۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کو ٹل جانے سے روکے ہوئے ہے، اور اگر وہ ٹل جائیں تو اللہ کے بعد کوئی دوسرا انہیں تھامنے والا نہیں ہے بے شک اللہ بڑا حلیم اور درگزر فرمانے والا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ بے شک اللہ **يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ** حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ ہی ہے **يُمْسِكُ** **(م س ک)** کے معنی کیا ہوتے ہیں تھام لینا، روک لینا، پکڑے رکھنا اللہ ہی ہے جو کہ روکے ہوئے ہے آسمانوں کو بھی اور زمین کو بھی کس چیز سے **أَنْ تَزُولَا۔** **أَنْ** کے یہاں پہ معنی ہیں کہ نہیں ٹل جائیں **(ز و ل)** سے ہے اسی سے زوال بھی ہے جب زوال ہوتا ہے تو کیسے سورج گھٹنا شروع ہو جاتا ہے سورج غروب ہونا شروع ہو جاتا ہے پہلے چڑھائی چڑھ رہا ہوتا ہے پھر اترنا شروع ہو جاتا ہے تو زوال ہو جاتا ہے تو اب یہاں پہ کیا ہے کہ **أَنْ تَزُولَا** اس کے معنی ہیں کہ نہ ٹل جائیں اور آپ کو پتہ ہی ہے کہ اگر **زَالَ** ہوگا تو اس کے معنی ہیں کہ ٹل جانا اپنے مقام سے ہٹ جانا تو اگر **أَنْ تَزُولَا** ہے اصل میں **أَنْ تَزُولَانِ** تھا نون تثنیہ کا گر چکا ہے کہ یہ دونوں آسمان اور زمین یہ اپنی جگہ سے ٹل نہ جائیں تو گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تھاما ہوا ہے اس کا یہ نہیں مطلب کہ حرکت ان کی بند کر دے۔ آسمان اور زمین کی حرکت بند کرنا مراد نہیں ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں اپنی جگہ سے ٹل نہ جائیں تو گویا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو جس طرح، جس جگہ پر، جس مقام پر ،جس مقصد کے لئے رکھا ہے وہ اس سے ٹل نہیں رہے اور آپ دیکھیں کہ آسمان کا کوئی ستون بھی نہیں ہے اس کے باوجود آسمان اپنی جگہ پر قائم ہے اور زمین اگر گھومنا شروع کر دے جس طرح اللہ نے رکھا ہے اس سے بڑھ کر یہ حرکت میں آ جائے زمین کو اللہ تعالیٰ نے نہ پتھر کی طرح ٹھوس بنایا اور نہ ہی پانی کی طرح مائع بنایا ان دونوں کی درمیانی حالت ہے ورنہ زمین پر ہم چل نہیں سکتے تھے اس کے سینے کو چیر نہیں سکتے تھے اس میں سے پانی کی نہریں اور چشمے رواں نہیں ہو سکتے تھے اس پہ کھیتیوں کو ہم آباد نہیں کر سکتے تھے گھر نہیں بنا سکتے تھے بہت مشکل ہو جاتی پہاڑی علاقے دیکھیں پہاڑ اگر ہوتے یا پانی ہوتا۔ ہم آسمان اور زمین کو ٹل جانے سے روکے ہوئے ہیں **وَلَئِنْ زَالَتَا** پھر فرمایا اور اگر وہ ٹل جائیں **وَلَئِنْ زَالَتَا** پھر **زَالَتَانِ** تھا یہاں پہ نون تثنیہ کا تھا وہ گر چکا ہے اور اگر وہ ٹل جائیں **إِنْ أَمْسَكَهُمَا**

نہیں تھام سکتا ان دونوں کو **اِنْ** یہاں پہ پھر نفی کا ہے نہیں **أَمْسَكَهُمَا** تھام سکتا ان دونوں کو، دونوں کون ہیں؟ آسمان اور زمین **مِنْ أَحَدٍ** کوئی ایک **مِنْ بَعْدِهِ** اس کے بعد تو اللہ کے بعد کوئی دوسرا نہیں جو آسمانوں کو اور زمین کو تھام سکے کوئی نبی ،کوئی ولی، کوئی فرشتہ، جن اور ان کے جو معبود ہیں وہ آسمان اور زمین کے وجود کو سنبھالنے پر قادر نہیں ہیں وہ تو اپنی پیدائش اور اپنی بقاء کے لئے اللہ کے محتاج ہیں تو کہاں آسمان اور زمین کے نظام کو سنبھال سکیں یا تھام سکیں **إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا** بے شک وہ ہے حلیم اور غفور تو یہاں پر ایک صفت ہے **حَلِيم** کی اور دوسری ہے یہاں پر **غَفُور** کی اب آپ یہ بات بھی دیکھئے کہ **حَلِيم** یہ حلم اور بردباری کو کہتے ہیں اور **غَفُور** کے معنی ہیں بخشنے والا تو اب آپ دیکھئے کہ اہل مکہ کی سرکشیاں ان کی گستاخیاں اور اللہ کا **حلم**، اللہ کی چشم پوشی کہ ان کی سرکشیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو پکڑتے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں مٹا نہیں دیتے تو اللہ کیا کرتا ہے ان کو دنیا میں جینے دیتا ہے اس لئے نہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں اس لئے کہ اللہ **حَلِيم** ہے اللہ لوگوں کی جو غلطیاں ہیں کوتاہیاں ہیں ان پر چشم پوشی کرنے والا ہے پھر دوسری صفت **غَفُور** کی آئی اور غفور کے معنی کیا ہیں؟ کہ جو بھی کوتاہیاں ہیں انسان کی اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والا ہے ان کو معاف کرنے والا ہے اور **حَلِيم** کے اندر یہ چیز بھی آتی ہے کہ فوراً کسی کو اس کے عمل پر سزا نہ دے دینا، مہلت دینا، ان کو موقع دینا تو یہاں پہ قریش کے لوگوں کا شرک کرنا حالانکہ ان کے شرکاء جو ہیں وہ بے حقیقت ہیں، لیڈروں کا عوام کے ساتھ دھوکہ دہی کرنا اور اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا قہر کرنے میں جلدی نہ کرنا ان کو مہلت دینا شاید کہ وہ سنبھل جائیں اور اس کے ساتھ اصلاح کریں ان کے سارے پچھلے گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیں تو یہ اللہ ہے **إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا** بڑی خوبصورت ہے یہ بات تو آپ دیکھ لیجئے کہ بہت معاف کرنے والا ہے اور بہت بخشنے والا ہے بہت درگزر کرنے والا ہے

آیت نمبر 42۔ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا

ترجمہ۔ یہ لوگ کڑی کڑی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی خبردار کرنے والا ان کے ہاں آ گیا ہوتا تو یہ دنیا کی ہر دوسری قوم سے بڑھ کر راست رو ہوتے مگر جب خبردار کرنے والا ان کے پاس آگیا تو اس کی آمد نے اِن کے اندر حق سے فرار کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کیا۔

وَأَقْسَمُوا اور قسمیں کھائیں اور قسم کھانا اس کے معنی کیا ہیں؟ کہ عام طور پر جب قسم کھائی جاتی ہے تو کسی چیز پر تاکید کے لئے زور دینے کے لئے اور ایک قسم نہیں کھائی **وَأَقْسَمُوا** اور قسمیں کھائیں **بِاللَّهِ** اللہ کی اور کیسی قسمیں **جَهْدَ (ج ہ د)** آپ پیچھے بھی پڑھ چکی جدوجہد تو سخت محنت کے لئے آتا ہے تو یہاں پہ سخت قسمیں کھائیں انہوں نے اللہ کی سخت سخت قسمیں کھائیں پھر آیا **أَيْمَانِهِمْ** اپنی قسمیں **(ی م ن)** یہاں پہ تین لفظ ایک طرح سے آگئے تاکید در تاکید ہے کہ یہ لوگ اللہ کی کڑی کڑی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے **لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ** اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آیا اگر ان کے پاس کوئی نذیر آیا **لَيَكُونُنَّ** تو ضرور بالضرور یہ ہو جائیں گے **"ل"** بھی لام تاکید ہے **"ن"** بھی تاکید کے لئے آیا ہے اس کے اوپر شد ہے **لَيَكُونُنَّ** تو وہ ضرور بالضرور ہو جائیں گے **أَهْدَىٰ** زیادہ ہدایت پر **مِنْ** سے **إِحْدَى الْأُمَمِ۔ إِحْدَى** یہ **اَحَدٌ** کی مؤنث ہے **اور الْأُمَم امت** کی جمع ہے۔ اس کا مادہ **(ء م م)** ہے تو گویا کہ امتوں میں سے کوئی ایک امت اور امت کیا ہے؟ مؤنث ہے تو اس لئے **إِحْدَى** آیا تو کیا فرمایا اللہ رب العزت نے یہ لوگ اللہ کی کڑی کڑی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی خبردار کرنے والا ان کے پاس آیا تو یہ دنیا کی دوسری قوموں سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہوں گے **أَهْدَىٰ الْأُمَمِ** مطلب کیا ہے کہ ہر

امت سے زیادہ کہ امتوں میں سے کوئی ایک امت بھی ان سے آگے نہیں بڑھے گی جتنی بھی امتیں ہیں دنیا میں تو ہر ایک امت سے بڑھ کر یہ ہدایت یافتہ ہوں گے **فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ** پس جب آیا ان کے پاس **نَذِيرٌ** ڈرانے والا **مَا زَادَهُمْ** نہیں زیادہ ہوئی ان کی **إِلَّا نُفُورًا** مگر نفرت اس سلسلے میں مفسرین کی رائے یہ بھی ہے کہ اہل مکہ کیا کیا کرتے تھے وہ یہود و نصاریٰ سے سنا کرتے تھے کہ ایک نبی آنے والا ہے تو وہ کہتے تھے کہ ہم ان (یہود و نصاریٰ) سے پہلے آگے بڑھ کر اس پر ایمان لائیں گے اور اس طرح ہماری ترقی ہوگی کیونکہ عام زندگی کے جو بھی مسائل ہوتے تھے اس کے لئے وہ اہل کتاب کی طرف رجوع کیا کرتے تھے تو اب یہاں پر اللہ تعالیٰ ان کا یہ والا رویہ اور ان کی یہ بات (جیسے کہ اہل کتاب بھی ان کو یہ بات بتایا کرتے تھے کہ ایک نبی آنے والا ہے) اور اہل کتاب(یہود و نصاریٰ) خاص طور پر یہودی مشرکین کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ وہ یہ کہتے تھے کہ ہم ان کے ساتھ جیسا بھی سلوک کریں ہمارے اوپر کوئی پکڑ نہیں ہے پیچھے آپ پڑھ چکی ہیں **قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ (75۔ آل عمران)** کہ اُمِّیوں کے بارے میں ہم جیسا بھی معاملہ کریں تو ہماری کوئی پکڑ نہیں ہے حتیٰ کہ ان کی امانتیں کھا جاتے تھے ان کے علماء نے ان کو یہ فتوی دے رکھا تھا کہ کیونکہ یہ اُمّی ہیں ان پڑھ لوگ ہیں کوئی مسئلہ نہیں تم ان کے ساتھ جیسا بھی معاملہ کرو۔ تو مشرکین ان کی یہ باتیں سنتے تھے اور پھر یہ بھی کہ ایک نبی آنے والا ہے (پھر اہل کتاب کے پاس علم تھا مشرکین ان کی طرف عمومی زندگی میں رجوع بھی کرتے تھے تو اہل کتاب کی وجہ سے مشرکین کے اندر ایک احساس کمتری پایا جاتا تھا) اور پھر وہ ان کی ان باتوں کے جواب میں قسمیں کھا کر کہتے تھے، بڑے طنطنے کے ساتھ کہ ہمارے اندر کسی رسول کی بعثت ہوئی تو ہم دوسری تمام قوموں سے زیادہ ہدایت یافتہ قوم بن کے دکھائیں گے اچھی قوم بن کر دکھائیں گے یہاں یہ اسی چیز کی طرف اشارہ ہے **فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ** جب نذیر ان کے پاس آیا **مَا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا** تو نہیں زیادتی ہوئی مگر ان کی نفرت میں۔

آیت نمبر 43۔ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا

ترجمہ۔ یہ زمین میں اور زیادہ استکبار کرنے لگے اور بری بری چالیں چلنے لگے، حالانکہ بُری چالیں اپنے چلنے والوں ہی کو لے بیٹھتی ہیں اب کیا یہ لوگ اِس کا انتظار کر رہے ہیں کہ پچھلی قوموں کے ساتھ اللہ کا جو طریقہ رہا ہے وہی اِن کے ساتھ بھی برتا جائے؟ یہی بات ہے تو تم اللہ کے طریقے میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور تم کبھی نہ دیکھو گے کہ اللہ کی سنت کو اس کے مقرر راستے سے کوئی طاقت پھیر سکتی ہے

اسْتِكْبَارًا یہاں یہ **اسْتِكْبَارًا** یہ مصدر ہے کبر مانگا انہوں نے **فِي الْأَرْضِ** اب یہاں یہ ان کی کیفیت بتائی جا رہی کہ انہوں نے استکبار کیا کس چیز سے استکبار کیا؟ **نَذِيرٌ** اس سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں جب رسول ان کے پاس آیا تو انہوں نے کیا کیا کہ استکبار کیا بیزاری کا اظہار کیا کیوں انہوں نے ایسا کیا اس لئے کہ وہ مکہ کے سردار تھے ملک کے اندر ان کو یہ قیادت حاصل تھی اور کسی قیمت پر اس کو قربان نہیں کرنا چاہتے تھے ان کو پتہ تھا کہ اگر رسول کی رسالت کو قبول کیا تو ان کی سیاست قیادت ختم ہو کر رہ جائے گی **اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ** زمین میں زیادہ استکبار کرنے لگے **وَمَكْرَ السَّيِّئِ** اور بری بری چالیں مکر بھی چال کو کہتے ہیں ساتھ ہی **السَّيِّئِ** آگیا اور **السَّيِّئِ** کا مطلب ہے عداوت اور ضرررسانی تو آپ پیچھے بھی دیکھیں کہ **نُفُورًا** دلوں کے اندر جب نفرت ہوتی ہے دلوں میں کدورت ہوتی ہے کینہ ہوتا ہے تو پھر ہوتا کیا ہے کہ پھر انسان مکر کرنے لگتے ہیں مکر، چالیں اور چالیں بھی

بری **وَمَكْرَ السَّيِّئِ** تو ہوا یہ کہ اب انہوں نے رسول کو نقصان پہنچانے کی منصوبہ بندی کر لی مکر اچھے معنوں میں بھی آتا ہے لیکن کبھی برے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور خاص طور پر یہاں پہ **السَّيِّئِ** کی صفت آگئی ہے **السَّيِّئِ** کی قید نے ان کے مکر کی نوعیت کو واضح کر دیا کہ بری سازشیں وہ کرنے لگے **وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ۔ وَلَا** اور نہیں **يَحِيقُ** اور نہیں پڑتا اصل میں **يَحِيقُ** کے یہاں یہ معنی ہیں **لا یحیتُ لا یصیبُ** یہ اس کے معنی ہے اور اس کا مطلب کیا ہے کہ نہیں مکر پڑتا **الْمَكْرُ السَّيِّئُ** یعنی بُرا مکر اس کا وَبَال نہیں پڑتا **إِلَّا بِأَهْلِهِ** مگر بری چالیں چلنے والوں پر **بِأَهْلِهِ** کون ہیں؟ جنہوں نے بری چالوں کی منصوبہ بندی کی تو اہلِ مکہ غزوۂ بدر میں گئے تھے مسلمانوں کو نعوذ باللہ ختم کرنے تو خود ان کے کفر کا زور ٹوٹ گیا اور اسی طرح دار الندوہ میں بیٹھ کر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے کیا سوچا کہ کیا کیا جائے یا تو جلاوطن کر دیا جائے یا قید کر دیا جائے یا نعوذ باللہ قتل ہی کر ڈالا جائے تو اس کی انہوں نے یہ منصوبہ بندی کی اور آپ دیکھیں کہ ہجرت مسلمانوں کے لئے اسلام کی ترقی کا ذریعہ بنی اور جو بھی ان کی بری چالیں تھیں انہیں کو لے بیٹھیں اس کا مطلب یہی ہے کہ جو دوسروں کے لئے گڑھا کھودتا ہے خود اس گڑھے میں گرتا ہے جو دوسروں کے لئے بری منصوبہ بندی کرتا ہے تو خود اس کا شکار بن جاتا ہے بعض وقت دنیا میں بظاہر ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ کوئی بچ بھی جاتا ہے لیکن کب تک انسان خیر منائے گا پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ اس کے اندر گر جاتا ہے **فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ** پس کیاوہ انتظار کر رہے ہیں **إِلَّا** مَگر **سُنَّتَ** یہاں پہ روش کے معنی میں ہے کہ روش **الْأَوَّلِينَ** پہلے لوگوں کی پس کیا یہ لوگ پچھلی قوموں کی جو روش ہے اس کا انتظار کر رہے ہیں **يَنْظُرُونَ** انتظار کے معنی میں ہے تو پہلی قوموں کی روش کیا تھی **مُكَذِّبِينَ كَافِرِيْنَ** اور جب وہ **مُكَذِّبِينَ** بنے جب انہوں نے کفر کیا جب انہوں نے جھٹلایا تو پھر اللہ نے کیا کیا **فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا** پس ہرگز نہیں پاؤ گے تم اللہ کی سنت میں **تَبْدِيلًا** کوئی تبدیلی۔ سنت الٰہی نہ بدلتی ہے نہ ٹلتی ہے جب لوگ **مُكَذِّب** اور **مکفر** کفر کرنے والے بن جاتے ہیں تو پھر اللہ کی سنت کیا ہوتی ہے اللہ بھی ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے لوگ تکبر کرتے ہیں حق سے بیزاری کرتے ہیں مخالفت اور سازش کے درپے ہوتے ہیں تو پھر کیا ہوتا ہے کہ اللہ بھی منصوبہ بندی کرتا ہے اور اللہ کی منصوبہ بندی کیا ہوتی ہے کہ اب اس قوم کو ہلاک کر دیا جائے **فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا** اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اب آپ دیکھ لیجئے دو دفعہ یہ آیا ہے **فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا** یہی کافی تھا پھر آگیا **وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا** تو پہلے ہے بدل یعنی تبدیلی کوئی نہیں ہے دوسری دفعہ کیا کہا تحویل حال سے ہے ماحول جیسے اردگرد تو یعنی گویا کہ اللہ کی سنت میں اللہ کے طریقے میں ہرگز نہ کوئی تبدیلی پاؤ گے اور نہ کبھی تم دیکھو گے کہ اللہ کی سنت اس کے مقرر راستے سے پھیل سکے یا کوئی اللہ کی سنت کو اس کے مقرر راستے سے پھیر دے مثلاً اللہ کی سنت کیا ہے؟ کہ جو قوم اپنے نبی کو جھٹلاتی ہے اللہ کی کتاب پر ایمان نہیں لاتی اور انکار کرتی ہے تو صفحہ ہستی سے مٹا دی جاتی ہے اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں ہے اور اللہ کی سنت میں کوئی تحویل بھی نہیں کر سکتا ایک ہوتا ہے بالکل تبدیل کر دینا اور ایک تحویل تھوڑا بہت ردو بدل کر دینا، اس کو پھیر دینا، اس کو ہٹا دینا تو بالکل اس کو ہٹایا نہیں جا سکتا **تَبْدِيلًا** کا مطلب ہے بدل دینا اور **تَحْوِيلًا** کا مطلب ہے ٹال دینا تھوڑی دیر کے لئے اس کو اِدھر اُدھر کر دینا کہ جب وقت ہو گیا ہے اس پر عذاب آنے لگا تو اس کو تھوڑا بہت آگے پیچھے کر دیا جائے نہ کوئی تبدیلی ہے نہ کوئی تحویل ہے کوئی کمی بیشی اب نہیں ہے کوئی اس کو پھیر نہیں سکتا اس کے مقررہ راستے سے اس کے بعد اگلی آیت میں کائنات کے آثار سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے

آیت نمبر 44۔ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا

ترجمہ۔ کیا یہ لوگ زمین میں کبھی چلے پھرے نہیں ہیں کہ انہیں اُن لوگوں کا انجام نظر آتا جو اِن سے پہلے گزر چکے ہیں اور ان سے بہت زیادہ طاقت ور تھے؟ اللہ کو کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں وہ سب کچھ جانتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

أَوَلَمْ يَسِيرُوا کیا انہوں نے سیر نہیں کی کیا یہ چلتے پھرتے نہیں ہیں اہل مکہ ،قریش یہ لوگ کون تھے؟ تاجر قوم تھی تجارت کیا کرتے تھے بڑا ان کا عروج تھا۔ اردگرد کے علاقوں میں آیا جایا کرتے تھے اور وہ قومیں جن کے عروج کے کبھی ڈنکے بجتے تھے پھر ان کی تباہی کے آثار ان کو اردگرد نظر آتے تھے اگر وہ دیکھنا چاہتے تو یہی سوال ہے کہ **أَوَلَمْ يَسِيرُوا** کیا انہوں نے کبھی سیر نہیں کی **فِي الْأَرْضِ** میں زمین، کہ زمین میں چلے پھرے نہیں **فَيَنْظُرُوا** پس یہ دیکھتے **كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ** کیوں کر ہوا **عَاقِبَةُ** یہاں پہ اس کے معنی کیا ہیں؟ انجام۔ کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے تھے تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ یہ دیکھتے کہ ان سے پہلی قوموں کا کیا انجام ہوا تو یہاں سے سیاحت کا مقصد بتایا جا رہا ہے سیاحت کا مقصد کیا ہے؟ عبرت حاصل کرنا اور وہ لوگ کیسے تھے ؟**أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً** ، **أَشَدَّ** زیادہ شدید **قُوَّةً** زیادہ طاقتور تھے تو یہاں پہ **أَشَدَّ** اور **قُوَّةً** کے کیا معنی ہیں؟ **قُوَّةً** کے معنی صرف اتنا نہیں ہے کہ جسمانی طور پر وہ بڑے قوی تھے بلکہ کیا ہے کہ علمی لحاظ سے جسمانی لحاظ سے مالی لحاظ سے عقلی لحاظ سے ان کی عمر بہت تھی **الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (9۔ الفجر)** پہاڑوں کو انہوں نے تراش کر اس میں گھر بنائے تھے اور لمبی عمریں انہوں نے پائی تھیں لمبے لمبے ان کے قد تھے بڑے مضبوط تھے بڑا کچھ اللہ نے دیا پچھلی قوم سبا کا ہی حال آپ دیکھیں۔ دائیں دیکھیں تو باغ بائیں دیکھیں تو باغ ناشکری کی تو کیا ہوا اللہ نے اس کو تبدیل کر دیا خَمْطٍ کے اندر وَأَثْلٍ کے اندر بیریوں کے اندر کوئی بھی ان کے لئے فائدہ نہیں تھا تو ان کی مضبوطی، ان کی طاقت، ان کی صنعت وحرفت، ان کی تہذیب و تمدن، ان کی دنیا کی رونقیں اور جو کچھ ان کا کاروبار تھا ان کے کسی کام نہ آیا **وَمَا كَانَ اللَّهُ** اور نہیں ہے اللہ، **لِيُعْجِزَهُ**۔ کہ کوئی اس کو عاجز کر دے اور نہیں ہے اللہ کہ کوئی عاجز کرسکے اس کو **مِنْ شَيْءٍ** سے کوئی چیز، تو گویا کہ یہاں پہ بتایا جارہا ہے کہ اللہ کو کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے **فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ** ۚ نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں سے **مِنْ شَيْءٍ** کوئی چیز ، نہ کسی انسان کو یہ طاقت حاصل ہے نہ کسی چرند پرند کو نہ کسی نبی کو نہ فرشتے یا جن کو کسی کو بھی یہ طاقت حاصل نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز کر دے کہ گناہ کرے اور پھر کہیں بھاگ جائے اللہ کی سرحدوں کو عبور کر سکے ہوتا ہے نا مجرم پولیس کو عاجز کر دیتا ہے لیکن اللہ کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا کیوں **إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا** بے شک وہ ہے علم رکھنے والا بھی اور قدرت رکھنے والا بھی۔ **عَلِيمًا** تو علم اس کے پاس کیا ہے؟ اس کو پتہ ہے کہ کون کہاں کیسے کس طرح نافرمانی کر رہا ہے کب کس کو پکڑنا ہے کس کو مہلت دینی ہے اور کس کو ختم کرنا ہے **قَدِيرًا** قدرت رکھتا ہے قادر ہے اس بات پر کہ لوگوں کو ان کے رویوں کا مزا چکھائے ایسا نہیں ہے کہ سزا دینا چاہے مجرموں کو پکڑنا چاہے اور وہ بھاگ جائیں اور اس کے اندر قدرت ہی نہ ہو کہ ان کو پکڑا جا سکے نہیں اللہ تعالیٰ اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ وہ ان کو پکڑ سکے پھر اس کے بعد فرمایا

آیت نمبر 45۔ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا

ترجمہ اگر کہیں وہ لوگوں کو اُن کے کیے کرتوتوں پر پکڑتا تو زمین پر کسی متنفس کو جیتا نہ چھوڑتا مگر وہ انہیں ایک مقرر وقت تک کے لیے مہلت دے رہا ہے پھر جب ان کا وقت آن پورا ہوگا تو اللہ اپنے بندوں کو دیکھ لے گا۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ اور اگر مواخذہ کرتا اللہ لوگوں کا اور اگر اللہ پکڑتا لوگوں کو **بِمَا كَسَبُوا** جو انہوں نے کسب کیا یہاں پہ کیا معنی ہیں کہ اگر کہیں اللہ لوگوں کے کیے کرتوتوں پر ان کو پکڑتا **مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ۔ مَا تَرَكَ** نَا چھوڑتا **عَلَىٰ ظَهْرِهَا** اس کی پیٹھ پر **"ھا"** کی ضمیر کس کے لئے آئی ہے زمین کے لئے آئی ہے تو زمین کی پیٹھ پر کسی کو نا چھوڑتا **مِنْ دَابَّةٍ (د ب ب)** رینگنے والا اور رینگنے والے سے کون مراد ہیں اس سے انسان بھی مراد ہیں اور جانور بھی مراد ہیں تو زمین پر انسانوں کے ساتھ جانور بھی زندہ نہ رہتے آپ کو پتہ ہی ہے کہ جب طوفان نوح علیہ السلام آیا تھا تو کیا ہوا تھا انسانوں کے ساتھ جانور بھی متاثر ہوئے تھے تو جب انسان گناہ کرتا ہے سرکشی کرتا ہے جنگل میں آگ لگ جائے انسانوں کو تھوڑی ہی صرف نقصان ہوتا ہے جتنے جانور ہیں وہ بھی متاثر ہوتے ہیں چرند پرند بھی متاثر ہوتے ہیں تو یہاں پہ کیا ہے کہ اگر وہ لوگوں کو ان کے کئے کرتوتوں پر پکڑتا تو زمین پر کسی متنفس کو جیتا نہ چھوڑتا اس سلسلے میں کیا بات پتہ چلتی ہے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین کام ایسے ہیں جن کا کرنے والا دنیا میں بھی وبالِ عذاب سے نہیں بچتا ایک کسی بے گناہ کے حق میں بری تدبیر کر کے اس کو نقصان پہنچانا(دنیا میں ہی اللہ اس کا عمل اس کو دکھا دیتا ہے) دوسرے عام ظلم کرنا اور تیسرے عہد شکنی کرنا تو چونکہ اللہ تعالیٰ انتقام لے سکتا ہے بندوں کے حالات جانتا ہے اس لئے وہ پکڑ لیتا ہے **وَلَٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ** لیکن وہ مہلت دیتا ہے ان کو **إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى** ایک مقررہ وقت تک تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے گناہوں پر ان کو کیوں نہیں پکڑتا کہ انہیں ایک مقررہ وقت تک وہ مہلت دیتا ہے پھر **فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ** جب وہ وقت پورا ہو جائے گا یعنی جب ان کی موت کا وقت آ جائے گا **فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا** پھر اللہ اپنے بندوں کو دیکھ لے گا اس کا مطلب کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سب کو اپنی اجل آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنی چاہئے دوسری بات کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کے لئے **بَصِيرًا** ہے خوب ان پر نظر رکھے ہوئے ہیں خوب ان کو دیکھ رہا ہے اور اللہ کو خوب پتہ ہے کہ کس کو کتنی سزا ملنی چاہئے اور کس کو کتنی جزا ملنی چاہئے **فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا** پس بے شک اللہ ہے اپنے بندوں کے حالات کو دیکھنے والا اس کے معنی کیا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے جو عمل ہیں رویے ہیں ان کو دیکھتا ہے جانتا ہے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے ہمیں حسن عمل کرنا چاہئے یہ ہے سورۃفاطر جس کا دوسرا نام کیا تھا؟ **الملائکہ۔** اس کا مضمون کس سورۃسے ملتا جلتا ہے؟ سورۃسبا سے۔ سورۃسبا میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتوں کا ذکر کیا ہے اور اگر آپ اس سورۃکو دیکھیں تو اللہ کی ان گنت نعمتیں ہیں اور ایک ہی پیغام ہے جو میرے اور آپ کے نام ہیں کہ **إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ** کہ ہم اپنے دلوں میں خشیت پیدا کریں ایسے علم والے بنیں جو اپنے علم پر عمل بھی کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ ڈرتے رہتے ہیں اور مجھے تو حیرت ہوتی ہے صحابہ کے طرز عمل پر دنیا میں جنت کی بشارت تھی اور کتنا ڈرا کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن یاد کرکے رو رہی ہیں رسول اللہ ﷺ پوچھتے ہیں کہ عائشہ تم کیوں روتی ہو اور کہہ رہی ہیں کہ جہنم کی آگ کا خیال آرہا ہے اور اس کے خوف سے میں رو رہی ہوں پھر پوچھتی ہیں اللہ کے نبی ﷺ کیا آپ مجھے اس وقت یاد رکھیں گے کہا اے عائشہ تین موقعے ایسے ہیں اس وقت کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا حالانکہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت کرتے تھے(میں اس بات پہ سوچ رہی تھی تسلی دینے کے لئے ہی کہہ دیتے کہ چلو میں تو پیغمبر ہوں انہوں نے

کوئی ایسی بات نہیں کی)۔ حقیقت کیا ہے آپ ﷺ بار بار کہا کرتے تھے کہ اے میری پھپو صفیہ، اے میری بیٹی فاطمہ، اے بنو ہاشم ،اے بنو عبدالمطلب دنیا میں جو چاہے مجھ سے لے لو آخرت میں میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا وہ تین موقعے کون سے ہیں ایک پل صراط سے گزرتے وقت دوسرا نامۂ اعمال جب تولے جائیں گے (ترازو) بڑا سخت وقت ہوگا اور تیسرا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملتا ہے کے بائیں ہاتھ میں دائیں ہاتھ میں ملتا ہے۔ جب 9/11 کا واقع ہوا تو امریکہ میں مسلمانوں کے لئے بڑے سخت حالات تھے اور بغیر وجہ کے مسلمانوں کو نوکری سے نکالا جانا اور جہاز کے سفر میں ان کے لئے مسائل کا ہونا اور ان گنت مسائل تھے اور میں خود ایک سفر میں تھی بیرون ملک کا سفرنہیں تھا ملک کے اندر ہی کا سفر تھا تو جو ہمارا سامان تھا جیسے مسلمانوں کا جو سامان چیک ہو رہا تھا اس کے کاغذات پرایک چٹ ایک رنگ لگاتے جا رہے تھے کہ اس کو چیک کرنا ہے آپ دیکھیں Houston کا سفر تھا وہاں مسجد میں ایک درس تھا اور ایسا تھا کہ صبح کی فلائٹ تھی اور شام کو جا کے درس دینا تھا بڑے پیمانے پر لوگوں کو جمع کیا ہوا تھا ہم تین لوگ تھے جا رہے تھے اور ہماری connecting فلائٹ تھی اور وہ جو ایر ہوسٹس تھی جب وہ آئی اور ہم سب بیٹھے ہوئے تھے اور فرنٹ کی سیٹیں ملی ہوئی تھیں ساتھ میں آمنہ تھی چھوٹی سی اور جو ایر ہوسٹس تھی اس نے جب جہاز چلنے لگا ہلنے لگا اور اس نے پھر جہاز کو روک دیا پھر ان کی ایک اور سپریڈنٹ آئی پھر یہ پتہ چلا کہ وہ یہ کہتی ہے کہ مجھے ان لوگوں سے ڈر لگتا ہے (ہم لوگوں سے ڈر لگتا ہے) تو ہمیں انھوں نے کہا کہ آپ لوگ اتر جائیں تو میں نے اٹھ کر آگے ہو کر کہا کہ اس سے پوچھیں کہ وجہ کیا ہے کہ کیوں اور ایسے تو ہم نہیں اتریں گے کوئی وجہ تو ہو کوئی بات تو ہو تو سپریڈنٹ نے کہا کہ ہماری جو ایر ہوسٹس ہیں ان کے پاس یہ اختیار ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی وجہ سے مطمئن نہ ہوں تو ہم ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ پھرانہوں نے کہا ہم آپ کی ذمہ داری لیتے ہیں ہم آپ کو کسی اور جہاز میں سفر کروا دیں گے اور ہمارا مسئلہ ظاہر ہے جہاز کا چھوٹ جانا تھا وہاں کے پروگرام کا چھوٹ جانا تھا لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ 9/11 کے کتنے سخت حالات تھے آپ سوچیں ان دنوں سفر کرنا اور پھر اس موضوع کو جا کے لوگوں کو اکٹھا کرنا اور لوگوں کا حوصلہ بڑھانا ویسے ہی بڑی بات تھی اور ایسے میں پھر جب جہاز سے اتار دیا تو آپ دیکھ لیں کہ اللہ کے راستے میں مشکلات اور مسائل تو آتے ہیں لیکن بات بھی کوئی نہیں تھی بس اس نے کہا کہ مجھے ان سےڈر لگتا ہے ایک دفعہ اخبار میں یہ بھی پڑھا تھا کوئی نماز پڑھ رہا تھا تو اس وجہ سے جہاز کو لینڈ کرا دیا گیا اس لئے کہ وہ پتہ نہیں کیا exercise کر رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے جہاز کے اندر تو جو کفر ہے اس کے پاؤں بھی نہیں ہیں اور اس طرح کے ایک نہیں بہت سے واقعات ہیں تو اصل بات کیا ہے کہ ہم سب جو کچھ بھی کر رہے ہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ ہمارے حالات کو بھی جاننے والا ہے ہمارے عملوں کو بھی جاننے والا ہے اور میرا اور آپ کا سب کا امتحان بھی لیتا ہے اور اس وقت میں اس بات پر سوچ رہی تھی کہ اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ کیا کیا کیا گیا اور ہمیں تو صرف ایک دفعہ جہاز سے ہی اتارا گیا اس کے بعد وہ سپریڈنٹ ہمارے بالکل ساتھ ساتھ تھی دوسری فلائٹ میں ہمیں سوار کروانا تھا اور ہمیں پھر سوار کروایا اور پھر ہمارا اگلا درس اور پھر وہاں کے لوگوں کو بھی بتانا نہیں تھا کہ ہم لیٹ کیوں ہوگئے Houston میں درس بڑا اچھا ہوا تھا اس دن تو جب دل دکھا ہوا ہوتا ہے تو بڑے کام کا بن جاتا ہے لیکن ہمارا مسئلہ کیا ہے کہ جب دل ٹوٹتا ہے جب آزمائشیں تکلیفیں آتی ہیں تو ہم بلبلا اٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے والا بنائے ہم سب سے راضی ہو جائے

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ نَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ إِلَيْكَ